

ناول : تاثیر عشقم از قلم : مہک عارف

باب نمبر : 1

اس تنگ تاریک کوٹھری میں وہ تنہا کھڑا تھا۔ جگہ اتنی تاریک تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہ دیتا۔ ایسے میں وہ کوٹھری کے دروازے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے بے دریغ پیٹ رہا تھا۔ لیکن باہر کی ظالم اور بے حس دنیا پر کوئی اثر نہیں ہوا۔
تھک ہار کر اسنے اپنا چہرہ اوپر آسمان کی جانب اٹھایا۔
"یا اللہ۔" وہ ہلک پھاڑ کر چیخا تھا کہ اسکی آہ فرش سے عرش تک جا پہنچی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

بھوری چار دیواری والے کمرے میں وہ اس جہازی سائز بیڈ پر تنہا تھا۔ پورا بدن پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ کمرے میں واحد کھڑکی تھی جس سے رات کی تاریکی کا انداز لگایا جاسکتا تھا۔ کمرے کے دائیں جانب ڈریسنگ روم کا دروازہ تھا۔

"آہہ! آخر کب یہ خواب میرا پیچھا چھوڑیں گے۔" سرد آہ بھرتے اس نے اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں زور سے بھیج کر جھٹکا دیا۔ آنکھیں سرخ انگارہو رہی تھیں۔ تبھی دور سے موزن کی صدا بلند ہوئی وہ اسے بلارہا تھا کامیابی کی طرف ہدایت کی طرف۔

لیکن وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اٹھا اور جا کر کمرے میں لگی واحد کھڑکی بھی مقفل کر دی جس کے ساتھ ہی موزن کی آواز دم توڑ گئی اور وہ وہیں زمین پر بیٹھتا چلا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسکی گرین ہیزل آنکھوں سے زار و قطار پانی بہنا شروع ہو گیا۔

وہ مضبوط اعصاب کا مالک شخص پھوٹ پھوٹ کر رو دیا کہ یہی تو وقت تھا اسکے پاس اپنے دل کا غبار نکالنے کا اپنے من کا بوجھ ہلکا کرنے کا طلوع آفتاب کے بعد تو ایک الگ زندگی شروع ہو جانی تھی وہ جو گناہوں کی گرویدہ تھی جس زندگی میں وہ سرتاپا پیر گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ اس زندگی کو چھوڑ کر دور چلا جانا چاہتا تھا مگر

یہ اتنا آسان نہ تھا اسے اسی زندگی کے ساتھ جینا تھا خود سے جڑے لوگوں کے لیے۔

اسنے زور سے اپنی مٹھیاں بھینچیں ایسے کہ ناخن ہتھیلیوں میں پیوست ہو گئے۔ اسکا ضبط جواب دے رہا تھا لیکن یہ زندگی اس نے اپنے لیے خود نہیں چنی تھی یہ زندگی تو اسے تھمائی گئی تھی۔ خود کو پتھر سے زیادہ مضبوط کہنے والا مرد ایک بار پھر ہار رہا تھا لیکن طلوع آفتاب تک۔۔۔



"یہ حسین، دلنشیں۔۔۔"

اک محبت کی ہے جو داستاں۔۔۔

اورب راکھاں اورب۔۔۔۔۔" وہ سر میں گنگنائی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی تھی جب کسی چٹان جیسی چیز سے بری طرح ٹکرائی۔

"یو۔۔ ڈفر اللہ میاں نے یہ آنکھیں صرف شو کروانے کے لیے دی ہیں دیکھ کے۔۔۔" لیکن وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر پائی تھی۔ اپنے سامنے کھڑے غصے

سے خود کو تکتے چتگیز خان کو دیکھ کر اسکا ہلک خشک ہو گیا اور جلدی سے اپنا رخ دوسری جانب موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہائے اللہ جی۔ آج تو مر گئی۔ کچھ کر جیا کچھ کر۔" دل ہی دل میں بڑبڑاتے اسنے رخ واپس موڑا۔ وہاں کسی زمی روح کو نہ پا کر شکر کا کلمہ پڑھتا تھا۔

"اف بچ گئی۔ صحیح کہتے ہیں یہ چتگیز خان میری یہ زبان کسی دن مجھے ذلیل کروائے گی" خود کو ملامت کرتے جیا باقی سیرٹھیاں پھلانگتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

وسیع لان میں پڑی کر سیوں پر اس وقت معید سکندر اور ثانیہ بیگم براجمان تھیں۔

جیا لان کے بائیں جانب لگے جھولے پر آکر بیٹھ گئی جس پر منہا پہلے سے بیٹھی فون میں غرق تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" جیا نے منہا کے ہاتھوں سے موبائل جھپٹا۔

منہا نے کھا جانے والی نظروں سے جیا کو گھورا گویا اسے کچا چبا جانے کا ارادہ رکھتی ہو اور انبرو سے موبائل کی سکرین کی جانب اشارہ کیا۔

"اوہ تو سیل لگی ہے۔ ہم بھی تو دیکھیں۔" جیا نے مزید موبائل کو کھنگالنا شروع کیا۔ منہا نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کی کوشش کی جیسا اس سے پہلے منہا کو مزید تنگ کرتی چتگیز خان کو لان کی جانب آتے دیکھ شرافت سے فون واپس کیا اور معصوم سی شکل بنا کر جھولے پرٹک کر بیٹھ گئی۔

بالاج سکندر عرف چتگیز خان اپنی پوری وجاہت کے ساتھ آکر لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر براجمان ہوا۔ آج آفس میں کام زیادہ نہیں تھا جس وجہ سے وہ مغرب کے بعد گھر آگیا تھا ورنہ رات آٹھ بجے سے پہلے اُسکی واپسی غیر یقینی ہوتی تھی۔

"مظفر علی سے میٹنگ تھی نہ آج تمہاری کیا بنا اُسکا۔" معید سکندر نے بات کا آغاز کیا۔

"جی وہ کل ڈیل سائن کر دیں گے۔ منشی سے بات ہوئی تھی میری لیکن آج میٹنگ کے دوران مجھے انکارویہ خشک سا لگا تھا جیسے وہ اس سب میں انٹر سٹڈ نہ

ہوں۔ ”بھاری رعب دار آواز سے کہتے اس نے سامنے میز پر دھری کیتلی سے چائے کپ میں انڈلی۔ بالاج کی بات پر معید سکندر محض ہنکارا بھر کر رہ گئے۔

”جیا!! تم کل صبح تیار رہنا۔ یونیورسٹی میں ایڈمشن کروانا ہے تمہارا۔“ بالاج نے کپ سے ایک گھونٹ بھرتے چند قدم دور بیٹھی جیا کو مخاطب کیا اور جس ذکر سے وہ پچھلے کچھ عرصے سے بچتی آرہی تھی وہ آج کر دیا گیا تھا۔

اپنی سیاہ موٹی آنکھوں میں دنیا جہان کی بوریٹ سموئے اُس نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

وہ جانتی تھی اگر وہ انکار بھی کر دیتی تو کون سا اس نے سن لینا تھی کیونکہ مسٹر چنگیز خان اپنی بات منوانے کا عادی تھا۔ اپنی زبان کا پکا۔ اپنے الفاظ کو پستھر پر لکیر کہنے والا بالاج سکندر۔

کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ صوفے کے قریب کوئی چھوٹی سی لال رنگ کی شے چمک رہی تھی قریب جانے پر معلوم پڑتا کہ وہ سگریٹ تھی۔ بے شک

سگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے لیکن اس بات کا اثر اس شخص پر نہ تھا ایسے کئی سگریٹ کو ساتھ رکھے ٹیبل پر پڑے ایش ٹرے میں مسلایا تھا۔ آج ایک بار پھر سے وہ ماضی کے جھمیلوں میں کھویا ہوا تھا ہاتھ میں پکڑا سگریٹ کا ٹکڑا جب سلگ سلگ کر انگلی تک پہنچ جاتا تو گرمائش کے احساس سے وہ اسے ایش ٹرے میں مسل دیتا۔

ماضی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑوا سکتا۔ اسکا ماضی بھی ایسا ہی تھا۔ تکلیف دہ، مہلک بیماری سے زیادہ جان لیوا۔ دفعتاً وہ صوفے سے اٹھا اور آنکھوں کے نم کناروں کو انگلی کے پوروں سے صاف کیا۔ جا کر کمرے کی بتی جلانی تو تاریک کمرہ مصنوعی روشنی میں نہا گیا تو وہاں کھڑے شخص کا سراپا واضح ہوا۔ بالاج سکندر جو دن کی روشنی میں چٹان سا مضبوط نظر آتا تھا یہ تکلیف دہ ماضی اسکی زندگی کا تاریک پہلو تھا۔ ٹھنڈی آہ خارج کرتے بالاج نے خود کو پھر سے مضبوط کیا تھا اور اپنی کل کی میٹنگ میں پیش کی جانے والی پریزنٹیشن تیار کرنے لگا۔

وہ کہتے ہیں ناکہ دن کی روشنی میں مضبوط نظر آنے والے رات کی تاریکی میں نمک کا مجسمہ ہوتے ہیں۔

صبح اُسکی آنکھ کسی خوبصورت خواب کے زیر اثر کھلی تھی وہ انگڑائی لیتی آنکھیں مسلتے اٹھ بیٹھی انگڑائی لیتے اسکی نگاہ اپنے دائیں جانب کروٹ لیے سوئی منہا پر گئی بلا کی معصومیت اپنے حسین و جمیل چہرے پر سجائے وہ آرام سے خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی

"منوں منوں۔۔۔ یار اٹھ جاؤ۔" اور وہ جیسا کندر ہی کیا جسے کسی کا سکون ہضم ہو جائے۔ اونچی آواز میں اسکے کان کے قریب چنچتے پل میں بیچاری کو جھنجھوڑا لا۔ منہا ہڑبڑا کر اٹھی۔

"کیا مسئلہ ہے جی کیوں چین نہیں تمہیں ایسے گدھوں کی طرح کون اٹھاتا ہے کسی کو نیند سے۔ ذرا جو شرم آ جائے تمہیں۔ دیکھنا ذرا کل سے میں بھی تمہیں کیسے اٹھاتی ہوں یا اللہ مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی مجھے دو گھڑی چین لینے دے۔۔۔۔۔" منہا

اپنی نیند خراب ہونے پر سخت بد مزہ ہوتی اٹھ بیٹھی اور اب اپنا سارا غبار جیا پر نکالنے لگی۔ جو اُسکے شر سے بچنے کو تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

"سنو۔ تمہاری شادی کب ہوگی؟؟" جیاب باتھ روم سے باہر نکلی تو منہا نے تجسس سے پوچھا اور خود باتھ روم کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جیا نے پہلے تو حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"جب بھی ہو جائے۔۔ کونسا تم سے ہونی ہے۔" بالوں کی اونچی پونی ٹیل بناتے جیا نے کندھے اچکا دیے۔

"وہ میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ کب ہوگی تمہاری شادی اور کب چھوٹے گی میری تم سے جان۔" بیزار لہجہ مقابل کو آگ ہی تو لگا گیا تھا۔ جیا ہاتھ میں پکڑا ہئیر برش مارنے کے سے انداز میں منہا کی جانب بڑھی لیکن اس سے پہلے ہی منہا اُسکے ارادے بھانپتی جلدی سے باتھ روم میں غائب ہو گئی۔

"فکر نہیں کرو میری جان ساری زندگی تمہارے سر پر مسلط رہوں گی۔" چلا کر کہتے اُس نے اپنا بیگ اٹھایا جس میں اس نے اپنے اہم دستاویزات رات کو بھر کر رکھے تھے اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ پیچھے اُسکی بات پر منہا کا قہقہہ بلند ہوا۔

جیا گاڑی میں بیٹھی باہر دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی گاہے بگاہے وہ بالاج پر بھی نظر ڈالتی جو پوری طرح سے اپنا دھیان ڈرائیونگ پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔ گاڑی میں چھائی خاموشی سے اب وہ اکتا گئی تھی۔

"کیا یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا ضروری ہے؟" جیا نے بالاج کی جانب رخ کرتے معصومیت سے پوچھا۔

"تو کیا ساری زندگی گھر بیٹھنے کا ارادہ ہے؟" اٹا سوال کر کے وہ اُسے لاجواب کر گیا جیا کو بالاج سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ تو کیا وہ اسے بوجھ سمجھتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اسکی آنکھوں میں نمکین پانی بھر گیا

"بول دیں اگر بوجھ ہوں آپ پر تو چلی جاؤں گی؟" بمشکل آنسوؤں پر ضبط کرتی وہ مزید گویا ہوئی

"اچھا ذرا بتاؤ تو جاؤ گی کہاں؟؟؟" جیاسکی بات سن کر حیران نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی یہی جواب ہوگا اُسکا۔

"اپنے گھر۔۔!" ایک لفظی جواب دے کر وہ اپنا رخ دوبارہ کھڑکی کی جانب موڑ کے بیٹھ گئی۔ وہ بالاج سے شدید والا ناراض ہو چکی تھی۔

"اچھا اس گھر جہاں سے پہلے بھی تم دو دفعہ بھوت پریت سے ڈر کر آ گئی تھیں۔؟" بالاج نے مصنوعی قہقہہ لگایا اور گاڑی یونیورسٹی کے سامنے روک دی۔ "تب میں چھوٹی تھی۔!!" جیاس نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بولا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ بالاج بھی اپنی طرف کا دروازہ کھولتا گاڑی لوک کرتا باہر نکلا تھا۔ جیاسکی بات پر دل تو قہقہہ لگانے کو چاہ رہا تھا۔

”اچھا تب چھوٹی تھیں تم اب کتنی بڑی ہو گئی ہو۔“ بالاج نے استہزائیہ انداز میں اس کے چھوٹے قد پر چوٹ کی اور قدم یونیورسٹی کے اندر کی جانب بڑھا دیے۔ دو قدم آگے چل کر پلٹ کر دیکھا تو جیواہیں کھڑی خنکی سے اُسے ہی گھور رہی تھی۔ ”چلو۔“ بالاج نے سنجیدگی سے اسے آگے آنے کا اشارہ کیا وہ پیر پٹختی اس کے ہمقدم ہوئی۔

اُسکا یونیورسٹی میں ایڈمشن کروا کر وہ گاڑی میں بیٹھا کب سے جیامیڈم کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ یونی گھومنے کا بہانا بنائے ناجانے کہاں غائب تھیں۔ جی اپنی دھن میں ادھر ادھر دیکھتی کیفے کی طرف جا رہی تھی جب سامنے سے کوئی آ کر اُس سے بری طرح ٹکرایا۔ تصادم اتنا زوردار تھا کہ اُس کے ہاتھ میں پکڑے ڈاکو منٹس زمین بوس ہو گئے۔ سامنے والے کی فکر کیے بغیر وہ بال کانوں کے پیچھے اڑتی نیچے جھکی۔ سامنے والے کی نظریں بھی ساتھ ہی جھکی تھی۔ وہ اب اُس کے پیروں میں بیٹھی جلدی جلدی سب سمیٹ رہی تھی۔ سامنے والے کو

مسلسل خود کو تکتے پا کر وہ جھنجلا کر اٹھی اور سامنے والے کو کچھ سنانے ہی لگی تھی کہ اُسکی آنکھوں میں دیکھ کچھ لمحات کے لئے ساکت ہو گئی۔

"ایم سو سوری۔۔ میں نے دھیان نہیں دیا۔ آپکو لگی تو نہیں۔" سامنے کھڑے وہاج ملک نے فوراً اپنی بے خودی پر قابو پاتے معذرت کی۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ۔ یہ دو موٹی موٹی آنکھیں اللہ میاں نے لڑکیوں کو تاڑنے کے لیے دی ہیں۔" اسکا سکتہ ٹوٹا تو وہ بغیر لحاظ کے بولتے چلی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ سامنے والے کو اسکا ایک ایک لفظ جیسے حفظ ہوا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ دراصل میں۔۔" وہاج اپنی صفائی میں کچھ کہنے ہی والا تھا جب کسی مرد کو جیا کے پاس آتے دیکھ زبان کو بریک لگائی۔

www.urduNovelsMania.com

"کہاں چلی گئی تھیں تم جیا۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔" بالاج سے جب مزید انتظار نہ ہوا تو وہ گاڑی سے نکل کر جیا کو ڈھونڈتے ہوئے اس طرف آیا تھا۔

"جی وہ۔ وہ می۔ میں" جیا کی سمجھ میں نہ آیا کیا بولے۔

کیا وہ وہ لگا رکھی ہے چلو بھی اب یا انویٹیشن بھیجوں۔ "بالاج کی بات سن کر جیا کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اور وہ پیر پٹکتی بالاج کے پیچھے چل دی۔
 "ہمم۔" جیا۔ "۔ نائیس نیم۔" وہاج نے ہنس کر سر جھٹکا۔

رات کو ڈائننگ ہال میں سب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ جیا کھانا کم کھا رہی تھی اس سے بڑھ کر منہا کے کھانے میں رکاوٹ ڈال رہی تھی۔
 "جیا۔ کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔ مجھے کھانا کھانے دو۔" منہا نے جیا کو دو تین مرتبہ آہستہ آواز میں ٹوکا تھا لیکن وہ جیا ہی کیا جس کی کانوں پر کبھی کوئی جوں رینگ جائے اسلئے اب کی بار منہا نے قدرے اونچی آواز میں اُسے بولا۔
 "موٹی ہو جاؤ گی کھا کھا کر۔" جیا نے دانت پیستے ہوئے بولا
 مرجاؤں گی لیکن موٹی نہیں ہوؤں گی۔ انشاء اللہ۔۔ "منہا نے ہمیشہ کی طرح اپنا ڈائلاگ بولا تھا

"بس کیا تم دونوں چین سے نہیں بیٹھ سکتی ہو۔" بالاج جو معید سکندر اور ثانیہ بیگم کے ساتھ بات کر رہا تھا بار بار انکو چونچ لڑاتے دیکھ گیا ہوا "بھو۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ بد تمیز مجھے تنگ کر رہی ہے۔" بالاج نے آبرو اچکا کے جیا کی جانب دیکھا

"نن۔ نہیں۔ تو اُسکے دیکھنے پر جیا منائی۔

"چپ ہو جاؤ تم دونوں۔" ثانیہ بیگم نے اب انکو چپ کروایا تھا اور وہ خاموش ہو بھی گئی تھیں۔

"ہاں تو بیٹا میں کہہ رہی تھی کہ مصفر کی منگنی پر جانا بہت ضروری ہے اگر ہم نہیں گئے تو انہیں برا لگے گا۔"

جی تو آپ لوگ چلے جائیں نا۔ میں نہیں جانا چاہتا۔ میری طرف سے آپ وش کر دینا اُسے۔" بالاج نے ہمیشہ کی طرح اپنا دامن بچایا تھا۔

"ٹائمنگ بہت غلط ہے۔ چچ چچ چچ۔" جیا نے کچھ سوچتے دل ہی دل میں افسوس کیا لیکن دل کی بات زبان پر آگئی تھی

"کیوں جی کیا ہوا ہے اب۔" بالاج نے اسے دوباراً بولتے دیکھ کر ہاتھ سینے پر باندھتے اپنا رخ پورا اسکی جانب پھیرا تھا۔ تو یہ ناممکن تھا کہ جیا کی زبان کہیں بند ہو جاتی۔ انکی نوک جھوک دیکھ معید سکندر بے ساختہ مسکرا دیے۔

"مم۔ میرا مطلب تھا کہ۔۔۔ آ۔ آپ خود دیکھیں ابھی آج میرا ایڈ مشن ہوا ہے یونی میں نک۔ کلاسز سٹارٹ ہونی ہیں میں کیسے جا سکتی ہوں۔۔ اُونہوں۔" جیا نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے نفی میں سر ہلایا۔

"صبح تک کسی کی جان جا رہی تھی یونی کے نام سے۔" منہا کو شاید اسکے کہے پر یقین نہیں آیا تھا۔

"تب وہ سب نہیں دیکھا تھا جو دکھ گیا ہے آج۔" جیا کے سامنے چھن سے کسی کی مسکراتی آنکھیں لہرائی تھیں۔

"کیا۔ کیا دکھ گیا ہے؟" منہا نے تجسس کے مارے پوچھا

”مبک - کچھ بھی تو نہیں - م - میرا مطلب اتنا اچھا ماحول تھا یونی کا - - مم - مم - میرا اب دل کر رہا ہے - سو مصفیرا سے معذرت کر لینا تم میری طرف سے - ”جیا کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی - بالاج بھی حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا - ”یا اللہ - پتا نہیں کیوں جان جاتی ہے تم لوگوں کی اپنی خاندان والوں سے ملنے سے - حد ہے بھئی - ”ثانیہ بیگم کو شدید تاؤ آیا تھا

”ارے بیگم بچے عہد کے بڑے ہو گئے ہیں - جانے دو انہیں ہم چلے جائیں گے تو نالہ شکوہ نہیں کر پائے گی - ”معید سکندر نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا اور وہ بات مان گئی تھیں جی بولیں

”جی سہی کہہ رہے ہیں آپ اور تم بالاج اگر تم نے جیا کو ڈانٹا یا مجھے کوئی شکایت ملی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا - ویسے بھی ہمیں کوئی ایک ہفتہ تو لگ ہی جائے گا - ” وہ بالاج کو جیا کے بارے میں خبردار کرنا نہیں بھولی تھیں

"جی کوئی شکایت نہیں ہوگی آپکو۔ اور یہی بات برائے مہربانی اپنی چہیتی کو بھی سمجھا دیں۔" بالاج اپنا موبائل اٹھا تا جس پر کال آرہی تھی، لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔

جیا بہت خاموشی کے ساتھ منہا کی پیکنگ میں مدد کر رہی تھی۔ وہ اُداس ہو رہی تھی نا جانے یہ ایک ہفتہ کیسے گزرنا تھا لکن خیر وہ گزار لے گی۔

"منہا بیٹا کتنی دیر ہے۔؟" ثانیہ بیگم نے انکے کمرے میں داخل ہوتے استفسار کیا

"بس ماما کچھ چیزیں رہ گئی ہیں۔۔ آپ نے شکور چچا سے بول کر باقی سامان رکھوا لیا گاڑی میں۔۔" منہا اپنے ہاتھ میں موجود ڈریسز کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

"ہاں بیٹے رکھوا دیا ہے۔۔" ثانیہ بیگم صوفے پر براجمان ہوئی۔

"جیا وہ کٹ پکڑا نا ذرا نیوالی۔۔ جیا۔ جی۔۔" منہا نے باقی میک اپ کا سامان دیکھتے جیا سے کٹ مانگی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ جیا کی جانب مڑی۔ جو سوں سوں کرتی آنسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی

"جیا میری جان کیا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے بتاؤ تو۔ ممد دیکھیں اسے۔ بیٹھو تم یہاں۔" منہا نے اُسے سامان ایک طرف کر کے بیڈ پر بٹھایا۔

"کچھ نہیں وہ بس آپ لوگ جارہے ہیں تو اُداس ہو گئی میں۔۔" ثانیہ بیگم کم پوچھنے پر اُسے لکھا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دیں۔

"ا۔ آپ مت جائیں نا۔ سوری کر لیں پھوپھو سے۔ آپ کے بغیر بھی تو منگنی ہو جائے گی یم سب شادی پر چلے جائیں گے۔ وہ کونسا کوئی آپ کی منت کر رہی ہیں۔ پلیز مت جائیے نا۔" جیا نے ایک آس سے کہا تھا

"بیٹے۔ رشتے منتوں یا تزلوں سے نہیں بنتے بلکہ رشتے تو احساسات کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے رشتوں کا احساس کرنا چاہیے جو ہمارے ہمقدم، ہمارے ساتھ چلنا چاہیے اسکا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ جانے چاہیے۔ یہی ہماری زندگی

ہے۔ اور ویسے بھی ایک ہفتے ہی کی تو بات ہے۔ ہم واپس آجائیں گے۔" ثانیہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن جس چتنگیز خان کے ساتھ مجھے چھوڑ کے جا رہی ہیں اگر واپسی پر میں زندہ نہ بچتی تو۔۔" جیانا نے ایک اور جواز پیش کیا تھا جسے رد کر دیا گیا

"میں نے سمجھا دیا ہے اسے آپ کو کچھ نہیں کہے گا بشرطیکہ آپ اسے تنگ مت کرنا۔ میری بات سمجھ رہی ہو۔ جیانا۔" انکے پوچھنے پر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"پرومیس۔" ہاتھ بڑھا کر وعدہ کیا تھا اسنے۔

اور جیاسکندر جب وعدہ کرنا جانتی تھی تو اسے تاحیات نبھانا بھی خوب جانتی تھی۔ تھوڑی دیر میں اس نے منہا کے ساتھ مل کر تمام تیاری کروادی تھی۔ اور

منہا، ثانیہ بیگم اور معید سکندر لاہور کے لیے نکل گئے تھے۔

آج انہیں گئے ایک رات ہی بیٹی تھی لیکن جیابہت اداس ہو گئی تھی۔

آج جیانا کی یونیورسٹی کا پہلا دن تھا وہ بہت پر جوش تھی آج کے لیے۔ اسی لیے صبح صبح اٹھ کر تیار ہو گئی۔

زر کہ بی نے دونوں کے لیے ناشتہ تیار کر دیا تو وہ دونوں اجلت میں ناشتہ کرتے اپنی منزل کی جانب بڑھے۔ بالاج نے پہلے جیا کو یونیورسٹی ڈراپ کیا اور اسے خاص تاکید کی کہ جب تک وہ خود اسے پک کرنے نہیں آتا وہ یونیورسٹی سے باہر نہیں نکلے گی۔ اور پھر آفس چلا گیا۔

جیا تھوڑی گھبرائی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہی تھی جب اپنے عقب میں آتی آواز نے اُسکے قدم زنجیر کیے۔

"ہئے۔ جیا۔" بھاری مردانہ آواز کو پہچاننے میں اسے ایک لمحہ لگا تھا وہ کرنٹ کھا کر پلٹی اور اپنے سامنے وہاں ملک کو اپنی بھرپور کشش کے ساتھ کھڑے پاتے اسکی دھڑکنیں عجیب انداز میں تھمی تھیں۔

"ہم۔ ہی۔ ہیلو۔ آپ؟" گویا وہ اسے پہچان گئی تھی لیکن ہائے یہ انا۔۔

"غالباً آپ نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ وہ اس دن آپ سے ملاقات ہوئی تھی جب آپ اپنے بھائی ک ساتھ چلی گئیں تھی۔" "آہ اُسکی سحر کن آواز اس سے پہلے کہ جیا مزید بولھاتی "بھائی" لفظ نے اُسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔

"اللہ اللہ وہ کھڑوس۔ میرا مطلب بالاج میرے بھائی نہیں ہیں۔" ایسے شخص کو اپنا بھائی کے روپ میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"پھر؟؟" ایک لفظی استفسار کیا گیا دل کو ایک دھڑکا سا لگا تھا

"وہ میرے فرسٹ کزن ہیں۔" وہاں کی اُکلی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں تو وہ جی جان سے مسکرا دیا۔ اور اسکی یہ مسکراہٹ مقابل کے دل پر وار کر گئی تھی۔ جیا مسمرائز سی اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

"آپ کا فرسٹ ڈے ہے آئی تھنک؟" جیا نے سر اثبات میں ہلایا

"چلیں میں آپکو چھوڑ دیتا ہوں۔ کہاں ڈپارٹمنٹ ڈھونڈتی پھریں گی۔" اس نے گویا احسان کرنے والے لہجے میں کہا جیا نے ایک بار پھر سر اثبات میں ہلایا لبوں سے الفاظ ادا کرنا بھاری ہو گیا تھا۔ وہ خود جا سکتی تھی لیکن اس شخص جس کا نام

تک اسے معلوم نہیں تھا کہ ہمقدم چلنے کی بات ہی کچھ اور تھی۔ اسکا دل بغاوت کر رہا تھا اور دماغ اسے ڈپٹ کر خاموش کروا رہا تھا لیکن یہ پہلی بار تھا کہ اسنے اپنے دل کی سنی تھی اور وہ اس راہ پر چل نکلی تھی جس سے واپسی ممکن نہیں تھی۔

بالاج فکس ٹائم پر اسے لینے کے لیے پہنچا تھا۔ جیگم سم سی بیٹھی کھڑکی سے باہر دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ بالاج نے بھی اسکی یہ خاموشی نوٹ کی تھی لیکن کرید انہیں وہ اسکے لیے کبھی اتنی اہم نہیں ہوتی تھی کہ اسکے لیے پریشان ہوتا۔ لیکن اس سب کے برعکس اسکی خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔ گھر کے پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے اسنے ایک سرسری نگاہ جیگر ڈالی جو بغیر ایک لفظ بولے بیگ اٹھاتی گاڑی سے باہر نکل اندر چلی گئی تھی۔

"اسے کیا ہوا ہے عجیب بیہو کر رہی ہے۔" شانے اچکا تا وہ بھی گھر کے اندر چلا گیا۔

"دھوکے باز، ڈرامے باز شوباز اور جتنے بھی باز۔۔۔ تم نے تو کہا تھا جاتے ساتھ کال کرو گی۔ لیکن لگتا ہے وہاں سب کے ساتھ مصروف ہو کر تم مجھے بھول ہی گئی ہو۔" اپنے کمرے میں ٹہلتی جیا ویڈیو کال پر منہا سے مخاطب تھی۔ اس نے آج منہا کی کلاس لینے کی ٹھانی ہوئی تھی

"اچھا اچھا سانس تو لے لو جیا۔ سوری کر رہی ہوں نہ میں۔ ایم ریلی سوری میری جان۔" کب سے نان سٹاپ بولتی جیا کوچنگ میں ٹوکتے منہا نے کوئی دسویں بار معافی مانگی تھی جسے جیا نے "ہونہہ" کہہ کر جھٹک دیا

"کیسا گزرا یونیورسٹی کا پہلا دن۔۔۔ مزا تو نہیں آیا ہوگا بھی جو یونی کے نام سے بھی چڑھتا ہوا اسکا بھلا کیا دل لگے گا یونی میں۔" منہا کی بات پر جیا نے اپنی بے اختیار اٹ آنے والی مسکراہٹ دبائی۔ منہا اس سے بے خبر بولتے جا رہی تھی۔

"بہت اچھا گزرا آج کا دن مجھے بہت مزا آیا۔ انفیکٹ آج" جیا کی بات پر منہا کی زبان کو بریک لگی۔ لب حیرت سے وا ہو گئے۔ وہ تحیر سے آنکھیں پھیلائے اسے

دیکھ رہی تھی۔ اور اس بات پر وہ کبھی یقین نہ کرتی لیکن خیر جیسا سکندر سے کچھ بھی، کبھی بھی بعید تھا۔ اپنی رو میں بولتی جیا نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔ وہ منہا کو وہاج ملک کے بارے میں بتا سکتی تھی لیکن صحیح وقت آنے پر۔ جب تک وہ خود وہاج کو اچھے سے جان نہیں لیتی آج کی ملاقات سے وہ صرف اتنا جان پائی تھی کہ وہاج ملک کا تعلق ایک اونچے گھرانے سے تھا۔ یونیورسٹی میں وہ اس سے سیٹنیر تھا۔

دراز قد، مناسب سانولی رنگت والا وہاج ملک دکھنے میں بائیس تیس سالہ نوجوان تھا۔

اسکی سحرانگیز شخصیت نے جیا کو بھی باقی لڑکیوں کی طرح اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ دور اندر وہ خود بھی اپنے جذبات پر حیران تھی۔

آج تک اس نے اپنے دل میں کسی مرد کے لئے یہ جذبات نہیں پائے تھے۔ منہا سے بات کرنے کے بعد وہ خود کو کافی پر سکون محسوس کر رہی تھی۔

رات وہ دونوں ڈائننگ ہال میں کھانا کھا رہے تھے۔ جب بالاج نے اسے مخاطب کیا۔

"آج کا دن کیسا رہا۔ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی۔۔؟" چچ اور کانٹے کی مدد سے اپنی پلیٹ میں کباب توڑتے اس نے سرسری سا استفسار کیا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ اسکی خاموشی بالاج کو حیران کر گئی تھی۔

"بب۔ بہت اچھا گزرا اور کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔۔ آتی بھی کیوں ماشاء اللہ آپکی شکل جو دیکھنے کو نہیں ملی تھی۔" جیا نے آخری فقرہ دل میں ہی ادا کرتے جواب دیا۔

'ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔' بالاج نے لقمہ منہ میں ڈالتے آفر پیش کی۔ جسے جیا نے محض سر ہلاتے قبول کیا۔

باقی کا کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ بالاج کھانا کھانے کے بعد جیا کو کافی بنانے کا بول کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کھانا کھا کر جیا اٹھ کر کچن میں آگئی ابھی اسے ایک کڑے مرحلے سے گزرنا تھا۔ بالاج منہا۔ جیا یا ثانیہ بیگم کے ہاتھ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ کی کافی نہیں پیتا تھا اس لیے یہ کام اسے کرنا پڑ رہا تھا۔

منہ بسورتی اس نے ایک کپ کافی بنائی باقی ماندہ کافی کو دوسرے کپ میں انڈیلا پھر کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا تو سیاہ مائع ہلک تیک میں کڑواہٹ پھیلتی گئی۔

'اف۔۔ اتنی کڑوی کافی تبھی تو ہر وقت سڑے رہتے ہیں۔۔' جیا نے کافی کا دوسرا کپ اٹھایا اور بالاج کے کمرے کی جانب بڑھی۔

دروازہ ناک کرنے پر اندر سے اجازت ملتے ہی دروازہ کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی۔ وہ ایک کشادہ روم تھا۔ دیواریں سرمئی

www.urdu-novelsmania.com

پینٹ شدہ تھیں۔ جن پر چند ایک تصاویر آویزاں تھیں جن میں ہنستا مسکراتا بالاج مختلف پوز بنائے کھڑا تھا دراصل وہ تصاویر مختلف ممالک کی تھیں جہاں وہ اپنی سٹڈی ٹریپس کے دوران جاتا رہا تھا۔ کمرے کی بائیں جانب ایک جہازی سائز بیڈ پڑا تھا جس کی عین اوپر بالاج کا ایک بڑا سا پورٹریٹ لگا ہوا تھا۔ بیڈ کی بائیں جانب

سنگھار میز اور اس کے ساتھ ہی ایک دروازہ تھا جو ڈریسنگ روم میں کھلتا تھا۔ کمرے کے دائیں جانب ایک صوفہ اور اسکے آگے ایک سٹڈی ٹیبل تھا۔ جسکے آگے کرسی ڈالے بالاج بیٹھالیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ کمرے کے دروازے کے سامنے والی دیوار میں ایک قد آور گلاس ونڈو تھی جو باہر بالکونی میں کھلتی تھی۔ جیاگ تھا مے آگے بڑھی۔

"کافی۔" مصنوعی مسکراہٹ سے کافی پیش کی گئی۔

"ہممم۔ رکھ دو ادھر۔" لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے سامنے ٹیبل کی جانب اشارہ کیا۔ جیا کافی رکھ کر مڑی ہی تھی کہ۔۔۔
 "رکو۔" اس سے پہلے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتی بالاج کی آواز نے اسکے قدم زنجیر کیے۔ وہ تمللا کر ایڑھیوں کے بل گھومی۔

"جی۔" دانت پیستے اسنے اپنے لہجے کو حتی الامکان ٹھیک رکھنے کی کوشش کی
 "ڈریسنگ روم میں میری شرٹ پڑی ہے وہ پریس کر دو اچھے سے۔ صبح مجھے پہننی ہے۔" بالاج نے نظریں سامنے کیے حکم جاری کیا۔

"مم۔ میں کروں؟" تصدیق چاہی

"آپ کے علاوہ اگر کوئی یہاں ہے تو بتا دو اس سے کہہ دیتا ہوں میں۔" بالاج نے طنزیہ انداز میں کہا

"آپ ہیں نہ۔" جیانے کہہ کر اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔ بالاج ایک دم پورا گھوما اور آبرو اچکا کر دیکھا آیا کہ یہ الفاظ جیا کے منہ سے ادا ہوئے تھے۔

"مم۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا وہ تو بس زبان پھسل گئی مم۔۔۔" جیانے اسے خود کو گھورتے پا کر صفائی دینا شروع کی جب بالاج کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو خاموشی سے دو تین قدم پیچھے کی جانب لیے۔

"تمہاری زبان آج کل ضرورت سے زیادہ چل رہی ہے۔ کاٹنی پڑے گی۔" بالاج سینے پر بازو باندھتے جیا سے دو قدم کی دوری پر رک گیا۔ اور اسکی زبان پر چوٹ کی۔ لیکن ہمیشہ کی طرح لفظ ادا ہو چکے تھے۔ اور پھر لفظ تو انسان کے غلام ہوتے ہیں لیکن بولنے سے پہلے تک، بولنے کے بعد انسان اپنے الفاظ کا غلام بن جاتا ہے۔

"نن۔ نہیں پلیز۔ میں کر رہی ہوں نا ابھی کر دیتی ہوں۔" جیا نے بمشکل آنسوؤں کو روکتے کہا۔

"شاباش!!" بالاج کے کہنے پر وہ فوراً مڑی اور اس سے پہلے کے باہر بھاگتی بالاج نے اسے کہنی سے پکڑ کر ڈریسنگ روم کی جانب دھکیلا۔

"ڈریسنگ روم ادھر ہے۔" کہتا وہ واپس اپنی سابقہ پوزیشن میں جا کر بیٹھ گیا۔ جیا اپنی کہنی سہلاتی بالاج کو نت نئے القابات سے نوازتی ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

"ہیلو۔ کیا ہم بات کر سکتے ہیں۔؟" جیا جب شرٹ پریس کر کے اپنے کمرے میں آئی تو اسکے فون پر کسی ان ناؤن نمبر سے میسج جگمگا رہا تھا۔

میسج پڑھتے ایک خوبصورت مسکراہٹ اسکے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ اس نے وہاج کو اپنا کانٹیکٹ نمبر تک دے دیا تھا۔ وہ جانتی تھی یہ سب غلط ہے لیکن اسے ہوش نہیں تھا اب۔

"شیور۔" میسج سین ہوتے ساتھ ہی اس نمبر سے کال آنے لگی۔

جيانے پہلے جا كر كمرے كا درواز ا بند كيا اور پھر اسی مسكراہٹ كے ساتھ فون كاں سے لكايا

"كيا كر رہی تھیں۔؟" وہاں كی شیریں آواز نے اسكے كاںوں میں رس گھول ديا اور پھر بہت دیر تك دونوں كی طویل گفتگو چلتی رہی بات كرتے كرتے كب جيانيند كی وادیوں میں كھو گئی اسے خود پتہ نہيں چلا

وہاں نے جب اسكی بھاری ہوتی سانسوں كی آواز سنی تو خود ہی رابطہ منطق كر ديا۔۔۔

صبح وہ سنگھار میز كے سامنے كھڑی ہونٹوں پر بھر بھر كے لپ گلوں لگا رہی تھی جب بالاج اسے آوازیں دیتا ہوا كمرے میں داخل ہوا۔

"یہ كیا ہے؟؟" بالاج نے شرٹ اسكے سامنے لہرائی

"مجھے تو شرٹ لگ رہی ہے۔" جيانے احسان كرنے والے لہجے میں كہا۔ جو بالاج كو اندر تك سلگا كيا

"اندھا نہیں ہوں میں کہ پہچان نہ سکوں وہی پوچھ رہا ہوں کہ یہ شرٹ پریس کی ہے تم نے۔" بالاج نے چبا چبا کر شرٹ پر چوٹ کی جو جگہ جگہ سے شکن آلود تھی۔

"تو آپ سے کس نے کہا تھا مجھے کہ یہ کام" جیا اپنی محنت ضائع ہوتے دیکھتے ہی

کر بولی۔

"ایک۔۔۔ صرف ایک کام بولا تھا وہ ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں تم۔۔۔"

"اور یہ اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو۔؟" بالاج نے افسوس سے کہتے اس کے حلیے پر

نظر ڈالی۔ جو گلابی رنگ کی گھٹنوں سے تھوڑی اوپر آتی انگر کھا فراق میں ملبوس

آنکھوں میں بھر بھر کر کا جل لگائے ہونٹوں پر پنک کھر کی ہی لپ اسٹک لگائے

تیار کھڑی تھی۔

"یونیورسٹی۔۔۔!!" ایک لفظی جواب آیا۔

"واٹ!!! جاؤ فوراً منہ دھو کر آؤ۔ تم جا رہی ہو یا نہیں۔" بالاج کا تو صدمے سے منہ

کھل گیا۔ وہ ادھر شرٹ کے لیے پریشان ہو رہا تھا اور جیا میڈم کی تیاریاں مکمل

نہیں ہو رہی تھیں۔

"میں بڑی ماما کو بتاؤں گی۔" جیا نے منہ بسورتے ہوئے کہا
 "کیا۔ ہم کیا بتاؤں گی تم زرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔۔" بالاج نے استہزائیہ آبرو
 اچکائے

"یہی کہ آپ نے پھر سے مجھے ڈانٹا ہے۔ وعدہ کرنے کے باوجود جبکہ میں نے کوئی
 بد تمیزی بھی نہیں کی۔" جیا نے اپنی کاجل لگی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو
 لاتے ہوئے کہا

"میں نے کب ڈانٹا ہے میں تو تمہیں غلطی بتا رہا تھا۔ اچھا اب روکیوں رہی ہو
 سوری اب نہیں ہوگا۔ اب پہلے جاؤ منہ دھو کر آؤ اور پھر یہ شرٹ اچھے سے
 پریس کر کے دو مجھے جلدی۔" بالاج نے اسے ہلک پھاڑ کر رونے کی تیاری کرتے
 دیکھ نرم لہجے میں پچکارا۔

"نہیں کروں گی۔ جائیں کسی اور سے کروائیں۔" بالاج کو تھوڑا نرم پڑتے دیکھ جیا
 نے نکھر یلے لہجے میں اپنی بات کہی۔

"تمہارے تو اچھے بھی کریں گے۔ چلو۔۔۔" "زرارم کیا پڑامیڈم نے
 نکھرے ہی دکھانا شروع کر دیے۔" بالاج نے آخری فقرہ دل ہی دل میں
 بڑبڑاتے اسے بائیں بازو سے پکڑتے کھینچا اور اپنے کمرے کی ڈریسنگ روم میں لا
 کر کھڑا کر دیا۔

"میں فریش ہو کر باہر منکلوں تو میری شرٹ یہاں پریس ہوئی پڑی ہو۔ سمجھی۔"
 ساری نرمی ہوا ہوئی اور ایک بار پھر سے بالاج کا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا تھا
 "جج۔ جی سمجھ گئی۔" جیانے اپنے ر کے آنسوؤں پر بند باندھا۔ حلق میں آنسوؤں کا
 پھندا اٹک رہا تھا۔ بالاج کہتے ہوئے ہاتھ روم میں چلا گیا۔
 "ہونہ حکم ایسے چلا رہے ہیں جیسے بیوی ہوں انکی۔ استغفر اللہ۔ اللہ میاں غلطی
 سے منہ سے نکل گیا سوری۔" تپے ہوئے لہجے میں کہتی شرٹ کو آئرننگ سیٹنڈ پر
 پھیلا لیا۔ پانی کا چھڑکاؤ کیا اور اس دفعہ اچھے سے شرٹ پریس کر کے رکھی اور باہر
 نکل گئی۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ دونوں نکل پڑے تھے۔ یونیورسٹی سے کچھ دوری پر پہنچ کر بالاج نے سامنے ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشوباکس سے ایک ٹشواٹھا کر جیا کی جانب بڑھایا۔ جیا نے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا۔

"لپ اسٹک - ریموو کرو۔" اسکے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے سخت وارننگ زدہ لہجے میں کہا تو جیا نے غصے میں ٹشواٹھا کے ہاتھ سے جھپٹا اور سائیڈ ویو مرر میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ مل مل کر ہونٹ صاف کیے۔ ہونٹ صاف کر کے اس نے شکوہ کنا نظروں سے بالاج کی جانب دیکھا جو شانے اچکا کر رہ گیا۔ بالاج کو خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ وہ جو مرضی کرتی پھرے اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اتنا تیار ہو کر اسکا یونی جاننا اسے اچھا نہیں لگا تھا وہ یونیورسٹی کے ماحول کو جانتا تھا اور ان امیر لڑکوں کو بھی جو معصوم لڑکیوں کو اپنے جال میں اس طرح پھانستے تھے کہ لڑکی کو علم ہی نہ ہو۔ بالاج نہیں چاہتا تھا کہ جیا اس طرح ان سب کے سامنے جائے بالاج کے لاکھ کہنے کے باوجود جب جیا نے

اسکی بات نہ مانی تو اس نے یہ طریقہ اپنایا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جیایوں کسی کے سامنے جائے۔

اس سب سے بے خبر جیا کو بالاج پر مزید تپ چڑھی تھی وہ تو اتنا تیار و ہاج کے لیے ہوئی تھی بالاج کو کیا مسئلہ تھا لیکن وہ اس بات سے انجان تھی کہ نوجوانی میں سب سے زیادہ بے سکونی اور زلت کا سبب نامحرم سے محبت ہوتی ہے۔

کیوں کہ بنتِ حوا کے نرم لہجے نے ہی ابنِ آدم بگاڑ رکھے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے خود کو ان وقتی تعلقات سے دور رکھنا ہے۔ اسے تو لگتا تھا کہ یہ پہلی نظر کی محبت ہے۔ اس بات سے لاعلم کہ نظر سوچ کے اندر تصویر لے جاتی ہے، پھر یہ تصویر خواہش میں بدل جاتی ہے اور یہی خواہش بے حیائی کا راستہ دکھا دیتی ہے۔

www.urdu novels mania.com

یہ تھی سکندر ہاؤس کی زندگی۔۔ گل زرین سکندر اور شائستہ زرین کی تین اولادیں تھیں۔ بڑے بیٹے معید سکندر اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد گھر کے کاروبار میں اپنے والد کا سہارا بن گئے۔ معید سکندر کی شادی انکی پسند سے ثانیہ بیگم سے ہوئی

تھی جن سے انکے دو بچے بالاج سکندر اور منہا سکندر تھے۔ بالاج سکندر ستائیس کے ہند سے کو عبور کرتا بہترین مرد تھا۔ سب کا خیال رکھنے والا والدین کا فرمانبردار اور سب سے بڑھ کر ایک کامیاب بزنس مین تھا۔ چھ فٹ سے زائد قد گوری سرخ و سپید رنگت اور سنہری آنکھوں والا بالاج سکندر کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ کر سکتا تھا۔ اپنے کام سے کام رکھنا اور سنجیدگی اسکی شخصیت کا خاصہ تھے۔ منہا سکندر ایم۔ اے کی سٹوڈنٹ تھی۔ مناسب قد، دہلی پتلی سی منہا سکندر کسی کے بھی دل کو بھا سکتی تھی۔ اسکے نقوش بہت حد تک بالاج سے ملتے تھے۔ منہا اینس سالہ چل بلی سی لڑکی تھی۔ ہنسی مزاح اسکی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے جن سے وہ کبھی چاہ کر بھی دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔ بالاج سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتی تھی اور کچھ ایسا ہی حال بالاج کا بھی تھا۔

گزر تے دنوں کے ساتھ زندگی معمول کی طرح گزر رہی تھی۔ معید سکندر لوگوں کو گئے آج ساتواں دن تھا۔ کسی اہم کام کی بنا پر انہیں مزید دو دن وہاں رکنا پڑ گیا

تھا۔ جیانی وعدے کے مطابق بالاج کو تنگ نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی بالاج نے اسے ڈانٹا تھا وجہ ان گزرے دنوں میں دونوں کے درمیان نام کی بول چال تھی۔ دونوں کا ایک دوسرے سے سامنے سوائے یونیورسٹی آنے جانے کے شاز و نادر ہی ہوتا تھا۔

ان چند دنوں میں ہی وہاج اور جیا کی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ آج لیکچر کے بعد جیا اپنی کلاس فیلو انعم کے ساتھ کیفے ٹیریا کی طرف جا رہی تھی جب سامنے وہاج کو گراؤنڈ میں لگے سنگی بینچ پر بیٹھے ہوئے پایا وہ انعم سے معذرت کرتی اسکی جانب آئی۔

"وہاج آپ یہاں اکیلے کیوں بیٹھے ہیں؟" اپنا بیگ اپنے اور اس کے درمیان بینچ پر رکھتی وہ بھی وہیں بیٹھ گئی۔ وہاج تھوڑا ترچھا ہو کر جیا کو دیکھنے لگا۔

"تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں میڈم۔" شوخ لہجے میں کہتے ایک انویٹیشن کارڈ جیا کی جانب بڑھایا۔

"یہ کس چیز کا انویٹیشن ہے؟" جیاجی کے ساتھ اس کو کھولا اور ایک سرسری نگاہ ڈالی اندر کسی کے برتھڈے کا انویٹیشن تھا۔

"میری برتھڈے کا انویٹیشن ہے یہ اور کوئی لیم ایکسکیز نہیں چلے گاتھیں آنا پڑے گا۔" وہاج نے اس کے چہرے پر معزرت خواہانہ تاثرات نوٹ کرتے کہا۔

"لیکن۔۔۔ اوکے میں کوشش کروں گی۔" جیاجی انکار کرنے ہی والی تھی لیکن پھر یہ سوچ کر کے چند گھنٹوں کی ہی تو بات ہے وہ مان گئی تھی اس کی رضامندی پر ایک مخصوص خوبصورت مسکراہٹ وہاج کے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ چند دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد جیاجی اپنی اگلی کلاس کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور وہاج کو خدا حافظ کرتی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔ وہاج کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

جیسا اس وقت لاونج میں بیٹھی بظاہر توٹی وی پر کوئی ڈاکیومنٹری دیکھ رہی تھی۔ لیکن اسکا ذہن وہاج کی برتھڈے انویٹیشن میں اٹکا ہوا تھا۔

اس نے اپنے بڑے بابا اور بڑی ماما کی غیر موجودگی کی وجہ سے وہاج کی برتھڈے میں جانے کی ہامی تو بھر لی تھی لیکن بالاج وہ اسے کیا بتائے گی۔ کہہ دے گی کہ دوست کا برتھڈے ہے۔۔۔ خود ہی اس مسئلے کا حل نکالتی وہ گود میں رکھے باؤل میں سے پاپ کارن کھاتے ہوئے سامنے چلتی فلم دیکھنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں باہر پورچ میں گاڑی کھڑی ہونے کی آواز پر اس نے گلاس ونڈو سے باہر دیکھا تو بالاج گاڑی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ جیسا کہ گھر پر اکیلی ہوئے کی وجہ سے وہ سرشام ہی گھر آجاتا تھا مبادا وہ اسکی شکایت ہی نہ لگا دے۔

بالاج داخلی دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہ صوفے پر دونوں پیر اوپر کیے بیٹھی نظر آئی۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ بھی وہیں دوسرے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"ایک گلاس پانی پلا دو جیا۔" بانیں ہاتھ کی دوانگیوں سے پیشانی مسلتے وہ جیسا سے مخاطب ہوا۔ لیکن وہ تو پوری طرح فلم دیکھنے میں مگن تھی۔

"جیا-جیا۔۔ بہری ہو گئی ہو کیا۔" اونچی آواز میں اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔
 "نن۔ نہیں تو کچھ کہا آپ نے۔؟" جیا اتنے مگن انداز میں سامنے چلتی فلم دیکھ رہی تھی کہ بالاج کے چیخنے پر بوکھلا گئی۔

"پانی پلا دو۔" ایک بار پھر اپنا کہا دھرایا

"جی ابھی لائی۔ آپ میرے یہ پاپ کارن پکریں کھائیے گامت۔" جیا صوفے سے اٹھی اور پاپ کارن والا باؤل بالاج کی طرف بڑھاتے ہوئے خاص ہدایت کی اور خود کچن میں پانی لینے چلی گئی۔

بالاج فلم کو دیکھتے بے دھیانی میں باؤل سے پاپ کارن پکڑ کر منہ میں ڈالنے لگا کہ جیا کی ہدایت یاد آگئی۔ پاپ کارن والا باؤل سامنے میز پر ہی رکھ دیا۔
 "پانی" جیا نے پانی کا گلاس بالاج کو پیش کیا۔

جواسنے تھام کر منہ سے لگایا جیا وہیں کھڑی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔ پانی پیتے بالاج نے اسکی جانب دیکھا۔

"کچھ کہنا ہے۔؟" بالاج نے گلاس جیا کی جانب بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"جی وہ دراصل میری۔۔۔۔۔ اوپس سوری۔" جیا جو اسکے سامنے ہی ٹیبل پر بیٹھ رہی تھی۔ بالاج کے آبرو اچکا کر خود کو دیکھنے پر فوراً سے سیدھی ہو گئی۔

"کہو بھی۔" بالاج نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ اچھولی میری دوست کی برتھڈے ہے اسنے مجھے انوائٹ کیا تھا میں چلی جاؤں اللہ کا پکا وعدہ زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔" جیا نے زور و شور سے سر ہلاتے تفصیلات سے بھی آگہی دی۔

"اس ایک ہفتے میں کس سے اتنی پی دوستی ہو گئی تمہاری۔ خیر۔ کب ہے برتھڈے۔" بالاج اپنا موبائل آن کرتا اسکے مقابل اٹھ کھڑا ہوا اور استفہامیہ آبرو سکڑے۔

"آ-آ-ج ہی ہے شام سات بجے۔" پر امید نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔ پہلے سوال کو وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر گئی۔ دل بہت زور سے دھڑکنے لگا مبادا وہ انکار ہی نہ کر گئی

"ٹھیک ہے ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا لیکن۔ واپس جلدی آ جانا۔" آخری جملہ چا چکا کر کہتے موبائل پر سر جھکائے وہ اسکے ساتھ سے ہو کر نکل گیا۔ جیا تو اسکے اجازت دینے پر خوشی سے پھولے نہ سمائی۔

"یس یس یس۔!!" جیت کی خوشی میں بس بھنگڑا ڈالنے کی کمی رہ گئی تھی۔ سیرٹھیوں کی جانب بڑھتے بالاج نے ایک بار مڑ کر دیکھا تو میڈم خوشی سے جھومتی دکھائی دی۔ وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتا سیرٹھیاں چھڑتا اپنے کمرے میں گم ہو گیا۔

www.urdu novels mania.com

اسلام آباد کا وہ فائیسٹار ہوٹل محض سفید اور سنہرے رنگ میں ڈیزائن کیا گیا تھا۔ دودھ جیسا سفید مرمریں فرش رات کی مصنوعی روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ سامنے داخلی راہداری سے جیا داخل ہوئی تو اندر کے خواب ناک ماحول نے اسے اپنے سحر

میں جکڑ لیا۔ لابی میں رکھے صوفوں پر اور ارد گرد بہت سے لوگ آ جا رہے تھے۔ جن میں اکا دکا اسکی یونیورسٹی فیلو بھی تھے جنہیں وہ بظاہر صورت سے ہی پہچانتی تھی۔ کسی کی چھتھی ہوئی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے اسکی جان ہوا ہو رہی تھی پیروں پر مزید کھڑا رہنا بہت کٹھن تھا اس سے پہلے کے وہ صوفے کی جانب بڑھتی تبھی اسے اپنی دائیں جانب سے وہاں آتا دکھائی دیا گرے ایش تھڑی پیس سوٹ میں ملبوس وہاں ملک مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کی سی کشش رکھتا تھا اس کے مقابل جیانیے رائے بلو کلر کی پیروں کو چھوتی فراک زیب تن کی تھی جس کے دامن اور بازوؤں پر سنہری رنگ کی آرائش ہوئی تھی۔ مخمل کا ہمرنگ دوپٹہ بائیں کندھے پر سیٹ کر رکھا تھا۔ بال ایک جانب کو کندھوں پر ڈالے اپنی سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں کاجل لگائے وہ ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی وہ وہاں ملک کا دل دھڑکا گئی۔ کندھے پر ایک لمبی زنجیر والا بینڈیگ لٹک رہا تھا۔

"ہیلو مائی بیوٹیفل لیڈی۔" وہاں نے جیا کے قریب پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ یہ طرزِ مخاطب نا جانے کیوں جیا کو ناگوار گزرا تھا۔ ہونٹوں پر خوبصورت مسکان سجائے وہ اسکی جانب مڑی اور سر کے خم سے سلام کیا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو آج!! آئی سُوئیر میں نے آج سے پہلے کبھی اتنی حسین دوشیزہ نہیں دیکھی۔" وہاں نے دونوں ہاتھ پیچھے باندھتے اسکے حسن کو سراہا۔

"شکریہ!!۔۔۔ برتھڈے سیلیبریشن کہاں ہیں؟" جیا نے ارد گرد نگاہ دوڑائی وہاں کا ماحول تو کہیں سے بھی برتھڈے والا نہیں لگ رہا تھا۔

"آں۔ ہاں وہ۔ وہ دراصل میں نے فرسٹ فلور پر ایک سوئٹ بک کروایا تھا وہیں پر تمام آرٹجمنٹس کی ہیں۔ ہمارے تمام دوست وہیں پر ہیں آؤ ہم بھی اوپر چلتے ہیں۔" اوہ تو وہاں نے ساری تیاریاں اوپر کی تھیں وہ ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی۔ جیا مسکراتی اس کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھی۔

وہاج نے سوٹ کا دروازہ کھول کر ایک ہاتھ سینے کے پاس لے جاتے اسے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

جیاسکی حرکت پر مسکرا دی اور باریک گولڈن ہیل سے ٹک ٹک چلتی اندر داخل ہوئی۔

لیکن یہ کیا اندر تو سوائے لکسجری فرنیچر کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ دل ایک دم اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ جیاسکیوں کے بل گھوم گئی سامنے وہاج بند دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا چہرے پر زہر خند مسکراہٹ تھی اور ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

"وو۔ وہ۔ وہاج یہاں تو کوئی نہیں ہے۔" جیاس نے بہت سا تھوک ننگتے ہوئے کہا۔

"کس نے کہا یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں اور تم ہیں نایاں۔ پھر کسی تیسرے کی کیا ضرورت۔" اسکی بات سن کر جیاسکتے میں آگئی تھی

یہ تو اس وہاج سے بالکل مختلف تھا جسے وہ پچھلے ایک ہفتے سے جانتی تھی۔ یہ وہ وہاج تو نہ تھا بلکہ اس کی شکل میں بھیڑیا تھا جو اسکے شکار کی تاک میں تھا۔

"یا اللہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ میں اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کر سکتی ہوں۔" سینے پر بوجھ بڑھنے لگا تو آنسو لڑیوں کی مانند نرم و ملائم گال پر بہنے لگے۔

وہ دو قدم آگے دروازے کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ وہاج نے جیا کی جانب قدم بڑھا دیے۔ جیا وہیں ٹھہر گئی۔

وہاج کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے ہو کر دروازہ کھولنے لگی۔
نئے طرز کا لاک کھولنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہاج نے اسے بازو سے پکڑ کر دوسری جانب دھکا دیا۔ جیا کو اسکی انگلیاں اپنے بازو میں دھنستی محسوس ہوئی تھیں وہ کراہ کر رہ گئی۔

"اتنی جلدی کس بات کی ہے تجھے ابھی تو ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"
"پپ۔ پلیز مج۔ مجھے جانے دو مم۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ تمہیں اللہ کا واسطہ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔" بازو میں ہوتے درد سے بے نیاز وہ اسکے سامنے کھڑی فریاد کر رہی تھی جس کا مقابل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"اچھا پھر کیسی لڑکی ہو؟ بلکہ رکومیں بتاتا ہوں کہ تم کیا ہو اور تمہاری اوقات کیا ہے۔ تم ایک بدکردار اور بے حیا لڑکی ہو جو کسی بھی خوبصورت مرد کی دوستی میں اس سے تنہائی میں ملنے چلی آتی ہے۔ جو۔۔"

"بس!!" جیابولی نہیں دھاڑی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھیجنے رکھی تھیں کہ ناخن ہتھیلی میں پیوست ہوتے درد دے رہے تھے لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔

"وہاج ملک۔ تم ایک بزدل مرد ہو جو اپنے نفس پر قابو پانا نہیں جانتا جو اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی بھی لڑکی کی زندگی برباد کرنے چلے آتے ہیں۔ تم جیسے مردوں کے لیے تو جہنم کی آگ بھی کم ہوگی وہاج ملک مان لو کہ تم ایک کافر ہو جو خود پر شیطان کو غالب آنے دیتے ہو۔" وہاج کو آئینہ دکھاتے اسنے اپنے قدم پیچھے کی جانب لینا شروع کیے۔

"میں کافر ہوں تو تم کیا ہو بہت کوئی عالمہ فاضلہ ہو۔۔ بہت پارسانے کی کوشش کر رہی ہو تم تو بتاؤ کہاں ہے تمہاری پارسانی ارے ایک سر تک تو تم ڈھک نہ سکیں مجھے رو کوگی۔ دیکھتا ہوں میں تم کیا کر سکتی ہو آج۔۔"

جیا کی حالت سے حظ اٹھاتے وہاں ایک ایک قدم اسکی جانب بڑھتا گیا کہ جیا پیچھے ٹھنڈی دیوار سے جا لگی۔ دیوار کی ٹھنڈک اسے اپنی ہڈیوں میں سرایت ہوتی محسوس ہوتی۔

"دیکھو میرے قریب مت آؤ وہیں پر رک جاؤ۔ وو۔ وہاں۔" وہاں کا ہاتھ اپنے منہ کی جانب بڑھتے دیکھ اس نے وہاں ملک کے منہ پر تھوکا تھا جو اس کو اندر تک سلگا گیا۔ جیا دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکیلتی ایک بار پھر سے دروازے کی جانب دوڑی لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی وہاں تیزی سے اس پر جھپٹا تھا اس سے پہلے وہ کوئی پیش قدمی کرتا کوئی کمرے کا دروازہ اداڑ سے کھولتا اندر داخل ہوا تھا جیا کے ساتھ وہاں نے بھی اسکی جانب دیکھا۔

"ایٹنل" جیا کے لبوں نے بے آواز حرکت کی وہ جو کوئی بھی تھا جیا کو اپنے لیے کسی فرشتے سے کم نہ لگا۔ نوار نقاب پوش تھا ایسے کہ سوائے آنکھوں کے کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ چہرے پر کیے نقاب میں سے سر کے لمبے بال شانوں تک آتے تھے لیکن وہ بال اصلی نہیں تھے۔ نوار دا اپنے کپڑوں پر لمبا گھٹنوں سے

نیچے تک آتا کوٹ پہنے ہوئے تھا ہاتھوں پر دستا نے چڑھا رکھے تھے اور پیر لمبے بوٹوں میں قید تھے۔ جیا نے اس شخص کے حلیے سے نظریں ہٹا کر اسکے چہرے کو دیکھا اور وہ اسکی آنکھیں دیکھ کر دھک سے رہ گئی ان آنکھوں کو تو وہ سات پردوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ سبز ہیزل آنکھوں میں اس وقت سرخ ڈورے تیر رہے تھے جو اس کے اندر پکتے لاوے کی عکاسی کر رہے تھے۔ جیا کو ایک زوردار ہچکی بندھی تھی جو وہاں موجود تمام نفوس کو صاف سنائی دی۔ جیا نے اپنے آپ کو وہاج کے شکنجے سے نکالنے کی تگ و دو کرنا شروع کی لیکن اسکا حصار بہت مضبوط تھا۔ وہاج نے ایک ہاتھ سے جیا کو پکڑے دوسرے سے اپنی پینٹ کی جیب میں موجود شیشی نکالی وہ تین انچ لمبی شیشی تیزاب سے بھری ہوئی تھی انکھوٹے کی مدد سے وہاج نے اس کو کھولا اور اس سے پہلے کہ وہاج وہ شیشی جیا کے چہرے پر انڈیلتا نووارد نے تیر کی تیزی سے اس پر حملہ کیا تھا۔ جیا جس نے ڈر سے آنکھیں میچ لیں خود پر کوئی حملہ نہ پا کر دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو سامنے

کا منظر واضح ہوا۔ وہاں نووارد کے حملے کی وجہ سے زمین پر ڈھیر تھا اور وہ شیشی اس فرشتے کے ہاتھ میں تھی۔

جیانے کمرے کا کھلا دروازہ دیکھ باہر کی جانب دوڑ لگا دی۔ اپنے بکھرے حلیے سے بے نیاز وہ سیڑھیوں کے دہانے تک ہی پہنچی تھی کہ ایک خیال کے تحت رک گئی۔ مڑ کر ایک بار پھر کمرے کی جانب دیکھا اور پھر نیچے اترتی سیڑھیوں کو جانے یا نہ جانے۔ کچھ سوچتے اس نے اپنے قدم واپسی کے لیے بڑھا دیے۔ لیکن کمرے کے اندر کا منظر اسے ساکت کر گیا تھا۔ اس کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی جیسا کہ اپنا وجود لرزاتے ہوئے محسوس ہوا اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا جو خوف سے کپکپا رہے تھے اور نظر کمرے میں چل رہے منظر کو دیکھ کر وہ آنکھیں سختی سے میچ گئی۔

نو وارد نے جیا کا باہر نکلتا شاید نوٹس نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت اسکا اہم کام اس بھڑیے کو اس کے انجام تک پہنچانا تھا اسکو بری طرح مارنے کے بعد اس نے ہاتھ میں پکڑی شیشی وہاج ملک کے نیم بے ہوش وجود پر انڈیلنی شروع کر دی۔

پیرتا سر تک اور پھر سر تا پیر وہ اس پر تیزاب کا چھڑکاؤ کرتا جا رہا تھا دل دہلا دینے والی چیخ و پکار کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا بلکہ اس سب سے لطف اندوز ہوتے ایک زہر خند مسکراہٹ اسکے لبوں کا بسیرا کیے ہوئے تھی۔ دروازے میں کھڑی جیا سختی سے آنکھیں میچے کھڑی تھی۔ اور پھر اسے اپنی سماعت میں ان الفاظ کی بازگشت سنائی دی۔

”گیم او‘رو وہاج ملک!!“

www.urdu novelsmania.com

﴿جاری ہے﴾